

اہل بدر کو غیر اہل بدر پر فضیلت ہے (حضرت علیؓ)

اخلاص و وفا کے پیکر بدری صحابہ حضرت عامر بن ربیعہؓ، حضرت حرام بن ملحانؓ، حضرت سعد بن خولہؓ، حضرت ابوالہیثم بن التیہانؓ، حضرت عاصم بن ثابتؓ، حضرت سہیل بن حنیف انصاریؓ، حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ اور حضرت قطبہ بن عامرؓ کے بارے میں بعض روایات کا بیان

حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخموں سے نکلنے والا خون ہاتھ میں لیا اور

اپنے منہ پر ملتے ہوئے کہا اللہ اکبر! فُتُّ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ
اللہ اکبر! کعبہ کے رب کی قسم! میں نے اپنی مراد پالی

اس (خطبہ) کے بعد بدری صحابہ کے بارہ میں یہ سلسلہ یا جو میں بیان کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہو جائے گا۔

مخالفانہ حالات کے پیش نظر پاکستان، برکینا فاسو اور الجزائر میں بسنے والے احمدیوں کے لیے دعائیں کرنے اور صدقات پر زور دینے کی تحریک

مکرم محمد رشید صاحب شہید ضلع گجرات، مکرمہ امانی بسام مَجْلَاوِی صاحبہ اور عزیزم صلاح عبدالمعین قُظَيْش آف اسکندرون، (ترکی) اور مکرم مقصود احمد منیب صاحب (مرہبی سلسلہ، کوئٹہ، پاکستان) کی وفات پر مرحومین کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24 فروری 2023ء بمطابق 24 ربیع الثانی 1402 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

بدری صحابہ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ان کے حوالے سے بعض باتوں کا ذکر رہ گیا تھا جو میں بیان کر رہا تھا۔ اس حوالے سے آج بھی بیان کروں گا۔ جس کے بعد

بدری صحابہ کے بارے میں یہ سلسلہ یا جو میں بیان کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہو جائے گا۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ

کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کے والد کا نام ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ تھا۔ آپ سے بعض روایات بھی ملتی ہیں۔ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اپنی والدہ حضرت ام عبد اللہ لیلیٰ بنت ابو حاتمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم حبشہ کی طرف کوچ کرنے والے تھے اور عامر بن ربیعہ ہمارے کسی کام کے سلسلہ میں کہیں گئے ہوئے تھے کہ حضرت عمرؓ جو کہ ابھی حالتِ شرک میں تھے وہاں آنکے اور میرے سامنے کھڑے ہو گئے اور ہمیں ان سے سخت تکلیف اور سختیاں پہنچی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا۔ اے ام عبد اللہ! کیا روانگی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! ہم اللہ کی زمین میں جاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ ہمارے لیے کشادگی پیدا کر دے۔ تم لوگوں نے ہمیں بہت دکھ دیا ہے اور ہم پر بہت سختیاں کی ہیں۔ اس پر

حضرت عمرؓ نے ان سے کہا۔ اللہ تمہارا نگہبان ہو!

وہ کہتی ہیں کہ میں نے اس دن حضرت عمرؓ کی آواز میں وہ رقت دیکھی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ وہاں سے چلے گئے اور ان کو ہمارے کوچ کرنے نے عمگین کر دیا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ اتنے میں حضرت عامرؓ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آ گئے تو میں نے ان سے کہا اے ابو عبد اللہ! کیا آپ نے ابھی عمر اور ان کی رقت اور دکھ کو دیکھا۔ بتایا ہو گا انہوں نے۔ حضرت عامرؓ نے جواب دیا کہ کیا تو اس کے مسلمان ہونے کی خواہشمند ہے؟ وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت عامرؓ نے کہا۔ خطاب کا گدھا مسلمان ہو سکتا ہے مگر وہ شخص جس کو تو نے ابھی دیکھا ہے یعنی حضرت عمرؓ وہ اسلام نہیں

لا سکتا۔ حضرت لیلیٰ کہتی ہیں کہ حضرت عامرؓ نے یہ بات اُس ناامیدی کی وجہ سے کہی تھی جو ان کو حضرت عمرؓ کے اسلام کی مخالفت اور سختی کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔

(اسد الغابہ جزء ۳ صفحہ ۱۱۸ عامر بن ربیعہ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۳ء)

(فضائل الصحابة لامام احمد بن حنبل جزء ۱ صفحہ ۲۰۹، جامعہ القریٰ ۱۹۸۳ء)

(السیرة النبویة لابن ہشام جزء ۱ صفحہ ۳۰، دارالکتب العربی بیروت لبنان، ۱۹۹۰ء)

حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سر یہ نخلہ جس کا نام سر یہ عبد اللہ بن جحش بھی ہے، یہ غزوہ بدر سے پہلے کا ہے اس پر روانہ فرمایا اور ہمارے ساتھ حضرت عمرو بن سراقہ بھی تھے اور وہ ہلکے پیٹ والے اور لمبے قد والے تھے۔ راستے میں ان کو شدید بھوک لگی جس کی وجہ سے وہ دہرے ہو گئے اور ہمارے ساتھ چلنے کی استطاعت نہ رکھ سکے اور گر پڑے۔ بھوک کی یہ حالت تھی۔ ہم نے ایک پتھر کا ٹکڑا لے کر ان کے پیٹ پر رکھ کر ان کی کمر کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا۔ پھر وہ ہمارے ساتھ چل پڑے۔ ہم ایک عرب قبیلے کے پاس پہنچے جنہوں نے ہماری ضیافت کی۔ اس کے بعد آپ چل پڑے اور کہا کہ

میں سمجھتا تھا کہ انسان کی ٹانگیں اس کے پیٹ کو اٹھائے ہوئے ہوتی ہیں حالانکہ اصل میں انسان کا پیٹ اس کی ٹانگوں کو اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔

(معرفة الصحابة از علامہ ابو نعیم جزء ۱ صفحہ ۲۰۰۴-۲۰۰۵، عبر بن سہاقہ، دارالوطن للنشہ)

(سیرت خاتم النبیین از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 330)

جب بھوک کی حالت ہو، فاقہ زدگی ہو، کمزوری ہو پھر انسان چل بھی نہیں سکتا۔

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت عامر بن ربیعہؓ اور حضرت سہیل بن حنیفؓ کو جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔

(ماخوذ از کنز العمال جزء ۲ صفحہ ۲۰، حدیث ۱۱۳۹۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان، ۱۹۸۵ء)

۸ ہجری میں جنگِ ذاتِ السلاسل میں حضرت عامر بن ربیعہؓ بھی شامل تھے اور اس میں آپ

کے بازو پر تیر لگا جس کی وجہ سے آپ زخمی ہو گئے۔

(سیر اعلام النبلاء سیرت النبی جزء ۲ صفحہ ۱۴۹، غزوہ ذات السلاسل، الرسالۃ العالیۃ ۱۹۸۵ء)

عبد اللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپ نے استفسار فرمایا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں

نے جواب دیا کہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں اطلاع نہیں دی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ سورہے تھے ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ آپ کو جگائیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلایا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں صفیں بنوائیں اور اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۲۴ صفحہ ۲۲۳ حدیث ۱۵۶۷۳ مؤسسة الرسالة بیروت) وہیں قبر کے اوپر۔

عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ نے بتایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی سریہ میں روانہ فرماتے تھے تو ہمارے پاس زادِ راہ صرف کھجور کا ایک تھیلا ہوتا تھا۔ امیر لشکر ہمارے درمیان ایک مٹھی بھر کھجور تقسیم کر دیتے تھے اور آہستہ آہستہ ایک ایک کھجور کی نوبت آجاتی تھی پھر آہستہ آہستہ وہ بھی ختم ہونے لگتی تھی تو سفر میں پھر ایک کھجور ایک آدمی کو ملا کرتی تھی۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔ اباجان! ایک کھجور کیا کفایت کرتی ہوگی؟ اس سے پیٹ کیا بھرتا ہوگا؟ انہوں نے کہا پیارے بیٹے! ایسا نہ کہو کیونکہ اس کی اہمیت ہمیں اس وقت معلوم ہوتی جب ہمارے پاس وہ بھی نہ ہوتی تھی۔ (ماخوذ از حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء جزء ۱ صفحہ ۱۰۹، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء) یہ تو جو فاقے میں ہو اس سے پوچھو کہ ایک کھجور کی بھی کیا اہمیت ہے۔

جب حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں خیبر کے علاقے سے یہود کو نکال دیا تو وادیِ قریٰ کی زمینیں آپؐ نے جن لوگوں میں تقسیم فرمائیں ان میں حضرت عامر بن ربیعہؓ بھی تھے۔

(کتاب اخبار المدینۃ النبویۃ از ابو زید عمر بن شیبہ، جلد ۱ صفحہ ۱۸۱، امر خیبر مطبوعہ دار العلیان)

حضرت عمرؓ جب جابئہ تشریف لے گئے، یہ دمشق کے مضافات کی ایک بستی ہے، تو حضرت عامرؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ ایک روایت کے مطابق اس میں حضرت عمرؓ کا جھنڈا حضرت عامرؓ کے پاس تھا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ جب حج پر تشریف لے گئے تو انہوں نے حضرت عامرؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ (الاصابة فی تبيين الصحابة جلد ۳ صفحہ ۲۶۹، عامر بن ربیعہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۵ء) (معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۹۱، زیر لفظ الجابیۃ، دار صادر بیروت لبنان) (سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۳۳۲، عامر بن ربیعہ، الرسالة العالمیۃ، ۱۹۸۵ء) امیر مقامی مقرر فرمایا۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ کی وفات

کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی اور بعض کے مطابق 32 ہجری میں ہوئی جبکہ بعض کے نزدیک 33 ہجری میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک 36 ہجری میں اور بعض کے نزدیک 37 ہجری میں ہوئی۔ علامہ ابن عساکر کے نزدیک 32 ہجری والی روایت زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر از ابن عساکر، جزء 2، صفحہ 229، عامر بن ربیعہ، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، 2001ء)

آپؓ کی وفات کے بارے میں روایت میں یہ بھی بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپؓ اپنے گھر میں رہا کرتے تھے یہاں تک کہ لوگوں کو آپؓ کے بارے میں کوئی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ جب آپؓ کا جنازہ گھر سے نکلا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 296، عامر بن ربیعہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1990ء)

عبداللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے بنوفزارہ کی ایک عورت سے دو جوئے حق مہر پر نکاح کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو جائز قرار دیا۔ یعنی یہ معمولی سا جو حق مہر تھا وہ مقرر کیا تو وہ بھی جائز ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 23 صفحہ 225، روایت نمبر 1526 مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

عبداللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؓ نے سفر میں اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر رات کو نفل پڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف منہ کیے ہوئے تھے جس طرف اونٹنی آپؓ کو لیے جا رہی تھی۔ (صحیح بخاری کتاب تقصیر الصلوٰۃ باب من تطوع فی السفر..... حدیث 1104)

سفر میں جدھر بھی سواری کا منہ ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اندھیری رات میں سفر میں تھا۔ ہم ایک مقام پر اترے تو ایک شخص نے پتھر اکٹھے کیے اور نماز کے لیے جگہ بنائی اور اس میں نماز پڑھی۔ صبح معلوم ہوا کہ ہمارا رخ غیر قبلہ کی طرف تھا۔ قبلہ سے الٹا تھا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم نے رات کو قبلہ سے ہٹ کر نماز پڑھی ہے۔ اس پر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **وَلِلَّهِ الشَّرِيقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُهُ**

اللہ۔ (البقرہ: ۱۱۶) کہ اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس جس طرف بھی تم منہ پھیرو وہیں خدا کا جلوہ پاؤ گے۔ (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء جلد ۱ صفحہ ۱۰۹-۱۸۰، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء) یعنی اگر غلط فہمی سے ہو گیا تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کے لیے ویسے پڑھ کر سنائی ہو۔ ضروری نہیں ہے کہ اس وقت نازل ہوئی ہو۔ بہر حال یہ روایت حلیۃ الاولیاء کی ہے۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ سلامتی بھیجتا ہے۔ پس اب تمہاری مرضی ہے کہ مجھ پر کم درود بھیجو یا زیادہ درود بھیجو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بندہ مجھ پر سلامتی کی دعا کرتا ہے تو جب تک وہ اسی حالت میں ہوتا ہے فرشتے اس پر سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ پس بندے کے اختیار میں ہے چاہے تو زیادہ مرتبہ سلامتی کی دعا کرے اور چاہے تو کم۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء جلد ۱ صفحہ ۱۸۰، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء)

پھر اگلا ذکر ہے

حضرت حَرَام بن مِلْحَانَؓ

کا۔ حضرت حَرَام بن مِلْحَانَؓ کے بارے میں آیا ہے، ان کی نسل آگے نہیں چلی۔

(الطبقات الکبریٰ الجزء الثالث صفحہ ۲۶۶ حَرَام بن مِلْحَانَ مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت)

حضرت عبد اللہ بن ابی طلحہؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت انسؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں حضرت حَرَام بن مِلْحَانَؓ کو جو اُمّ سُلَیْم کے بھائی تھے ستر سواروں کے ساتھ بنو عامر کی طرف بھیجا اور عامر بن طفیل مشرکوں کا سردار تھا۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا تھا۔ اس نے کہا تھا قصباتی لوگ آپ کے ہوں گے اور دیہاتی میرے یا یہ کہ میں آپ کی وفات کے بعد آپ کا جانشین ہوں گا ورنہ میں دو ہزار غطفان کے آدمیوں کو لے کر آپ پر حملہ کر دوں گا۔ تو عامر کسی عورت کے گھر طاعون میں مبتلا ہوا۔ کہنے لگایہ ویسے ہی گلیوں کی بیماری ہے جو آل سلول کی ایک عورت کے گھر میں جو ان اونٹ کو ہوئی تھی۔ میرا گھوڑا لاؤ۔ وہ اس

پرسوار ہوا اور اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر ہی مر گیا۔ آخر یہ اس کا انجام ہوا۔ اس کے بارے میں انہوں نے شروع میں ذکر کر دیا۔

پھر روایت میں اس کا بھی اور اس کے قبیلے کا بھی ذکر یہ ملتا ہے کہ حضرت اُمّ سلیمؓ کے بھائی حضرت حَرَام بن لُحَّان، ایک لنگڑے آدمی اور ایک اور آدمی کو جو فلاں قبیلہ سے تھا اپنے ساتھ لے کر بنو عامر کے پاس گئے۔ حَرَام نے ان دونوں سے کہا۔ تم قریب ہی رہنا۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ اگر انہوں نے مجھے امن دیا تو تم آجانا اور اگر مجھے قتل کر دیا تو تم اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر انہیں بتانا۔ حضرت حَرَام نے عامر کے پاس جا کر کہا کیا تم مجھے امن دیتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دوں۔ یہ کہہ کر وہ اس سے باتیں کرنے لگے۔ قبیلے کے لوگوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا وہ اُن کے پیچھے سے آیا اور ان کو تاک کر نیزہ مارا جو ان کے جسم سے آر پار ہو گیا۔

حضرت حَرَام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخموں سے نکلنے والا خون ہاتھ میں لیا اور اپنے منہ پر ملتے ہوئے کہا اللہ اکبر! فُتِّتْ وَرَبِّ الْكُعبَةِ۔ اللہ اکبر! کعبہ کے رب کی قسم! میں نے اپنی مراد پالی۔

پھر وہ لوگ دوسرے آدمی کے پیچھے چلے اور اسے مار ڈالا اور پھر باقی قاریوں پر جا کر حملہ کر دیا اور وہ سارے کے سارے مارے گئے سوائے اس لنگڑے آدمی کے جو پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا تھا۔ اللہ نے ہم پر وہ بات نازل کی۔ پھر اس کا ذکر اذکار موقوف ہو گیا یعنی ہماری طرف سے ہماری قوم کو کہہ دو کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں۔ وہ ہم سے خوش ہو اور ہمیں خوش کر دیا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیس دن ہر صبح ان کے خلاف یعنی رِعْل، ذُكُوَان، بَنُو لَحْيَان اور عَصِيَّہ کے خلاف دعا کرتے رہے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کی تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوة الرجیع و رِعْل و ذُكُوَان... حدیث ۴۰۹۱)

بخاری کی ایک اور روایت جو حضرت انسؓ سے ہے اس کے مطابق نیزے کے بجائے ان کو بر چھا مارا گیا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من ینکب أو یطعن فی سبیل اللہ حدیث ۲۸۰۱)

ایک اور روایت کے مطابق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک صبح کی نماز میں ان یعنی بنی سلیم کے دو قبیلوں
رِغْل اور ذُکْوَان کے خلاف دعا کرتے رہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ

یہ قنوت کی ابتدا تھی۔ اس سے قبل ہم قنوت نہیں کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوة الرجیع وریغْل و ذُکْوَان... حدیث ۴۰۸۱)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حفاظ کی شہادت کے واقعے کو بیان فرماتے ہوئے صحابہ کی
قربانیوں کے جذبہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ”ہمیں تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ جنگوں
میں اس طرح جاتے تھے کہ ان کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ جنگ میں شہید ہونا ان کے لئے عین راحت
اور خوشی کا موجب ہے اور اگر ان کو لڑائی میں کوئی دکھ پہنچتا تھا تو وہ اس کو دکھ نہیں سمجھتے تھے بلکہ سکھ خیال
کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہؓ کے کثرت کے ساتھ اس قسم کے واقعات تاریخوں میں ملتے ہیں کہ انہوں نے
خدا کی راہ میں مارے جانے کو ہی اپنے لئے عین راحت محسوس کیا۔ مثلاً وہ حفاظ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے وسط عرب کے ایک قبیلہ کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجے تھے ان میں سے حَرَام بن مُلْحَانَ اسلام کا
پیغام لے کر قبیلہ عامر کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس گئے اور باقی صحابہؓ پیچھے رہے۔ شروع میں تو عامر
بن طفیل اور اس کے ساتھیوں نے منافقانہ طور پر ان کی آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور
تبلیغ کرنے لگے تو ان میں سے بعض شریروں نے ایک خبیث کو اشارہ کیا اور اس نے اشارہ پاتے ہی
حَرَام بن مُلْحَانَ پر پیچھے سے نیزہ کا وار کیا اور وہ گر گئے، گرتے وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ
اللَّهُ أَكْبَرُ فَنُتُّ وَرَبِّ الْكُعْبَةِ۔ یعنی مجھے کعبہ کے رب کی قسم! میں نجات پا گیا۔ پھر ان شریروں نے باقی
صحابہؓ کا محاصرہ کیا اور ان پر حملہ آور ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن
فُهَيْرَةَؓ جو ہجرت کے سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان کے متعلق ذکر آتا ہے بلکہ خود
ان کا قاتل جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ ہی یہ بیان کرتا تھا کہ جب میں نے
عامر بن فُهَيْرَةَؓ کو شہید کیا تو ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا فَنُتُّ وَرَبِّ الْكُعْبَةِ۔ یعنی خدا کی قسم! میں تو اپنی مراد
کو پہنچ گیا ہوں۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ

صحابہؓ کے لئے موت بجائے رنج کے خوشی کا موجب ہوتی تھی۔“

(ایک آیت کی پرمعارف تفسیر، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 612-613)

پھر حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں کہ نجد کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اسے میں چھوڑتا ہوں۔ اور اس ضمن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ کا حوالہ پیش کر دیتا ہوں۔ یہ ذرا زیادہ تفصیلی ہے۔ وہ اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”ایک شخص ابوبراء عامری جو وسط عرب کے قبیلہ بنو عامر کا ایک رئیس تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے بڑی نرمی سے اور شفقت کے ساتھ اسے اسلام کی تبلیغ فرمائی اور اس نے بھی بظاہر شوق اور توجہ کے ساتھ آپ کی تقریر کو سنا مگر مسلمان نہیں ہوا۔ البتہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ اپنے چند اصحاب نجد کی طرف روانہ فرمائیں جو وہاں جا کر اہل نجد میں اسلام کی تبلیغ کریں اور مجھے امید ہے کہ نجدی لوگ آپ کی دعوت کو رد نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا: مجھے تو اہل نجد پر اعتماد نہیں ہے۔ ابوبراء نے کہا کہ آپ ہرگز فکر نہ کریں۔ میں ان کی حفاظت کا ضامن ہوتا ہوں۔ چونکہ ابوبراء ایک قبیلہ کا رئیس اور صاحب اثر آدمی تھا آپ نے اس کے اطمینان دلانے پر یقین کر لیا اور صحابہ کی ایک جماعت نجد کی طرف روانہ فرمادی۔

یہ تاریخ کی روایت ہے۔ بخاری میں آتا ہے کہ قبائل رِعْل اور ذِکْوَان وغیرہ (جو مشہور قبیلہ بنو سلیم کی شاخ تھے) ان کے چند لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اظہار کر کے درخواست کی کہ ہماری قوم میں سے جو لوگ اسلام کے دشمن ہیں ان کے خلاف ہماری امداد کے لئے (یہ تشریح نہیں کی کہ کس قسم کی امداد، آیا تبلیغی یا فوجی) چند آدمی روانہ کئے جائیں۔ جس پر آپ نے یہ دستہ روانہ فرمایا۔ ان دونوں روایتوں کی مطابقت کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ رِعْل اور ذِکْوَان کے لوگوں کے ساتھ ابوبراء عامری رئیس قبیلہ عامر بھی آیا ہو اور اس نے ان کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات کی ہو۔ چنانچہ تاریخی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے اہل نجد کی طرف سے اطمینان نہیں ہے اور پھر اس کا یہ جواب دینا کہ آپ کوئی فکر نہ کریں۔ میں اس کا ضامن ہوتا ہوں کہ آپ کے صحابہ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اس بات کی طرف

اشارہ کرتا ہے کہ ابو براء کے ساتھ رِعْل اور ذِکْوَان کے لوگ بھی آئے تھے جن کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند تھے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر 4 ہجری میں مُنذِر بن عمرو انصاری کی امارت میں صحابہ کی ایک پارٹی روانہ فرمائی۔ یہ لوگ عموماً انصار میں سے تھے اور تعداد میں ستر تھے اور قریباً سارے کے سارے قاری یعنی قرآن خوان تھے جو دن کے وقت جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے ان کی قیمت پر اپنا پیٹ پالتے اور رات کا بہت سا حصہ عبادت میں گزار دیتے تھے۔ جب یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جو ایک کنویں کی وجہ سے بُر معونہ کے نام سے مشہور تھا تو ان میں سے ایک شخص حَرَام بن لُحْان جو انس بن مالک کے ماموں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوتِ اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عامر کے رئیس اور ابو براء عامری کے بھتیجے عامر بن طفیل کے پاس آگے گئے اور باقی صحابہ پیچھے رہے۔ جب حَرَام بن لُحْان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے طور پر عامر بن طفیل اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے شروع میں تو منافقانہ طور پر آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگے تو ان میں سے بعض شریروں نے کسی آدمی کو اشارہ کر کے اس بے گناہ ایلچی کو پیچھے کی طرف سے نیزہ کا وار کر کے وہیں ڈھیر کر دیا۔ اس وقت حَرَام بن لُحْان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ! فُرْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ یعنی ”اللہ اکبر! کعبہ کے رب کی قسم! میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔“ عامر بن طفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے قتل پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اپنے قبیلہ بنو عامر کے لوگوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں کی بقیہ جماعت پر حملہ آور ہو جائیں مگر انہوں نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابو براء کی ذمہ داری کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے۔ اس پر عامر نے قبیلہ سُلمیہ میں سے بنو رِعْل اور ذِکْوَان اور عَصِيَّہ وغیرہ کو (وہی جو بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد بن کر آئے تھے) اپنے ساتھ لیا اور یہ سب لوگ مسلمانوں کی اس قلیل اور بے بس جماعت پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں نے جب ان وحشی درندوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ان سے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی تعرض نہیں ہے۔ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کام کے لئے آئے ہیں اور ہم تم سے لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ان صحابیوں میں سے جو اس

وقت وہاں موجود تھے صرف ایک شخص بچا جو پاؤں سے لنگڑا تھا اور پہاڑی کے اوپر چڑھ گیا ہوا تھا۔ اس صحابی کا نام کعب بن زید تھا اور بعض روایات سے پتہ لگتا ہے کہ کفار نے اس پر بھی حملہ کیا تھا جس سے وہ زخمی ہوا اور کفار اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے مگر دراصل اس میں جان باقی تھی اور وہ بچ گیا۔ صحابہ کی اس جماعت میں سے دو شخص یعنی عمرو بن اُمیہ ضَمْرٰی اور مُنذر بن محمد اس وقت اونٹوں وغیرہ کے چرانے کے لئے اپنی جماعت سے الگ ہو کر ادھر ادھر گئے ہوئے تھے انہوں نے دُور سے اپنے ڈیرہ کی طرف نظر ڈالی تو کیا دیکھتے ہیں کہ پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ وہ ان صحرائی اشاروں کو خوب سمجھتے تھے۔ فوراً تاڑ گئے کہ کوئی لڑائی ہوئی ہے۔ واپس آئے تو ظالم کفار کے کشت و خون کا کارنامہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ دُور سے ہی یہ نظارہ دیکھ کر انہوں نے فوراً آپس میں مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ایک نے کہا کہ ہمیں یہاں سے فوراً بھاگ نکلنا چاہئے اور مدینہ میں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینی چاہئے مگر دوسرے نے اس رائے کو قبول نہ کیا اور کہا کہ میں تو اس جگہ سے بھاگ کر نہیں جاؤں گا جہاں ہمارا امیر مُنذر بن عمرو شہید ہوا ہے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھ کر لڑا اور شہید ہوا اور دوسرے کو جس کا نام عمرو بن اُمیہ ضَمْرٰی تھا کفار نے پکڑ کر قید کر لیا اور غالباً اسے بھی قتل کر دیتے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ قبیلہ مُضَرَ سے ہے تو عامر بن طفیل نے عرب کے دستور کے مطابق اس کے ماتھے کے چند بال کاٹ کر اسے رہا کر دیا اور کہا کہ میری ماں نے قبیلہ مُضَرَ کے ایک غلام کے آزاد کرنے کی منت مانی ہوئی ہے میں تجھے اس کے بدلے میں چھوڑتا ہوں۔ گویا ان ستر صحابہ میں صرف دو شخص بچے۔ ایک یہی عمرو بن اُمیہ ضَمْرٰی اور دوسرے کعب بن زید جسے کفار نے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔

بُرْمَعُونہ کے موقع پر شہید ہونے والے صحابہ میں حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام اور اسلام کے دیرینہ فدائی عامر بن فُہَیْرہ بھی تھے۔ انہیں ایک شخص جَبَّار بن سَلْمٰی نے قتل کیا تھا۔ جَبَّار بعد میں مسلمان ہو گیا اور وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ یہ بیان کرتا تھا کہ جب میں نے عامر بن فُہَیْرہ کو شہید کیا تو ان کے منہ سے بے اختیار نکلا فُتِنْتُ وَاللّٰهِ۔ یعنی ”خدا کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوں۔“ جَبَّار کہتے ہیں کہ

میں یہ الفاظ سن کر متعجب ہوا کہ میں نے تو اس شخص کو قتل کیا ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں مراد کو پہنچ گیا ہوں۔ یہ کیا بات ہے۔ چنانچہ میں نے بعد میں لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو مجھے معلوم ہوا کہ مسلمان لوگ خدا کے رستے میں جان دینے کو سب سے بڑی کامیابی خیال کرتے ہیں اور اس بات کا میری طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ آخر اسی اثر کے ماتحت میں مسلمان ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو واقعہ رجب اور واقعہ بدر معونہ کی اطلاع قریباً ایک ہی وقت میں ملی اور آپ کو اس کا سخت صدمہ ہوا۔ حتیٰ کہ روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایسا صدمہ نہ اس سے پہلے آپ کو کبھی ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی ہوا۔ واقعی قریباً اسی صحابیوں کا اس طرح دھوکے کے ساتھ اچانک مارا جانا اور صحابی بھی وہ جو اکثر حفاظ قرآن میں سے تھے اور ایک غریب بے نفس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ عرب کے وحشیانہ رسم و رواج کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو یہ خبر گویا اسی بیٹوں کی وفات کی خبر کے مترادف تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ ایک روحانی انسان کے لئے روحانی رشتہ یقیناً اس سے بہت زیادہ عزیز ہوتا ہے جتنا کہ ایک دنیا دار شخص کو دنیاوی رشتہ عزیز ہوتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حادثات کا سخت صدمہ ہوا مگر اسلام میں بہر صورت صبر کا حکم ہے آپ نے یہ خبر سن کر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ پڑھا اور پھر یہ الفاظ فرماتے ہوئے خاموش ہو گئے کہ هٰذَا عَمَلُ اَبِي بَرَاءٍ وَقَدْ كُنْتُ لِهٰذَا كَارِهًا مَتَّخِوْفًا۔ یعنی ”یہ ابو براء کے کام کا ثمرہ ہے ورنہ میں تو ان لوگوں کے بھجوانے کو پسند نہیں کرتا تھا اور اہل نجد کی طرف سے ڈرتا تھا۔“

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ صفحہ 517 تا 521)

پھر ذکر ہے

حضرت سعد بن خولہؓ

کا۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنو مالک بن حسل بن عامر بن لوئی سے تھا۔ بعض کے نزدیک آپ بنو عامر کے حلیف تھے۔ آپ اہل فارس میں سے ہیں جو کہ یمن میں آ کر آباد ہوئے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ۔ جزء ۲ صفحہ ۲۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۳ء)

عامر بن سعد اپنے والد سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر میری اس بیماری میں عیادت فرمائی جس میں میں موت کے کنارے پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری تکلیف جس حد تک پہنچ چکی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں مالدار ہوں اور میرا وارث سوائے میری اکلوتی بیٹی کے کوئی نہیں ہے۔ کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: کیا میں اس کا نصف صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ تیسرا حصہ کر دو اور تیسرا حصہ بھی بہت ہے۔ پھر فرمایا کہ تمہارا اپنے وارثوں کو اچھی حالت میں چھوڑنا انہیں محتاج چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے جو بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ ایک لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو اس کا بھی اجر ہے۔

وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے چھوڑا جاؤں گا؟ یہاں فوت ہو جاؤں گا میں؟ آپ نے فرمایا تم پیچھے چھوڑے نہ جاؤ گے مگر جو نیک عمل کرو گے جس کے ذریعہ تم اللہ کی رضا چاہو تو تم اس کے ذریعہ درجہ اور رفعت میں زیادہ ہو گے اور بعید نہیں کہ تم پیچھے چھوڑے جاؤ۔ یعنی لمبی عمر دیے جاؤ گے یہاں تک کہ تو میں تجھ سے فائدہ اٹھائیں اور کچھ دوسری نقصان بھی اٹھائیں۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت پوری فرما اور انہیں ان کی ایڑھیوں کے بل نہ لوٹانا۔ لیکن بیچارہ سعد بن خولہ۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دکھ کا اظہار فرمایا کیونکہ وہ ہجرت کے بعد مکے میں فوت ہو گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولہ کے لیے افسوس کرتے تھے کہ وہ مکے میں مر گئے۔ یہ اس لیے کہ جس نے مکے سے ہجرت کی اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند کرتے تھے کہ وہ وہاں واپس آئے یا اس میں حج اور عمرہ ادا کرنے سے زیادہ قیام کرے۔

(صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب الوصیۃ بالثلث حدیث ۴۲۰۹)

(الطبقات الکبریٰ جزء ۳ صفحہ ۳۱۲ سعد بن خولہ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

اسماعیل بن محمد بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائب بن عمیر القاری کو حکم فرمایا کہ اگر سعد بن خولہ مکہ میں وفات پا جائیں تو انہیں مکہ میں دفن نہ کیا جائے۔

(الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۵ء)

اور ایک روایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مکہ میں وفات پا جائیں تو انہیں مکہ میں دفن نہ کیا جائے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جزء ۸ صفحہ ۸۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳ء)

حضرت سعد بن خولہؓ جب حجۃ الوداع کے موقع پر فوت ہوئے تو ان کی زوجہ حاملہ تھیں۔ ان کی وفات پر زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ان کا وضع حمل ہو گیا۔ بچے کی پیدائش ہونے والی تھی۔ وفات سے کچھ عرصہ کے بعد بچہ کی پیدائش ہو گئی۔ روایات میں آتا ہے کہ پچیس راتوں یا اس سے بھی کم وقت کے بعد وضع حمل ہو گیا۔ جب وہ نفاس سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے سنگھار کیا۔ ان کے پاس ابوسنابل بن بَعَكْکُ جو بنی عبدالدار کے ایک شخص تھے آئے۔ بَعَكْکُ نے ان سے کہا کہ کیا بات ہے میں تمہیں بنا سنورا دیکھتا ہوں۔ شاید تمہارا ارادہ نکاح کرنے کا ہے۔ اللہ کی قسم! تم نکاح نہیں کر سکتی جب تک تم پر چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں۔ سُبَيْعَةَ کہتی ہیں جب اس نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے شام کے وقت کپڑے پہنے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے اس بارے میں پوچھا۔ آپ نے مجھے فتویٰ دیا کہ

جب میں نے وضع حمل کیا تو حلال ہو گئی اور مجھے ارشاد فرمایا کہ

اگر میں چاہوں تو شادی کر سکتی ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق باب انقضاء عدة المتوفی عنها حدیث ۳۷۲۲)

(استیعاب جلد ۴ صفحہ ۱۸۵۹ مطبوعہ دارالجیل بیروت ۱۹۹۲ء)

بعض مسائل کا بھی ان سے پتا لگ جاتا ہے۔ پھر

حضرت أَبُو الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيْهَانِؓ

ہیں۔ ان کا ذکر یہ ہے کہ ان کے بھائی کا نام حضرت عبید بن عبید یا حضرت عتیک بن التئیہان تھا۔ جو غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔

(الطبقات الكبرى جزء ۳ صفحہ ۳۴۱ تا ۳۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابوالہیثمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں سب سے پہلے بیعت کرنے والا ہوں۔ ہم کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری اس بات پر بیعت کرو جس پر بنی اسرائیل نے موسیٰ کی بیعت کی۔

(معرفة الصحابة لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالہیثمؓ اور حضرت اُسید بن حُضَیْر کو قبیلہ بنی عبد الاشہل پر نقیب مقرر فرمایا تھا۔

(الاصابه فی تبيين الصحابه جزء ۱ صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۵ء)

آپؐ جنگ میں دو تلواریں لٹکایا کرتے تھے اس وجہ سے

آپؐ کو ذوالسیفین بھی کہا جاتا ہے۔

(الاستیعاب جزء ۲ صفحہ ۴۰۰ دارالجمیل بیروت ۱۹۹۲ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ”جنگِ صِفِّین میں حضرت علیؑ کی طرف سے ہو کر لڑے اور شہادت پائی۔“

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 230)

پھر ذکر ہے

حضرت عاصم بن ثابتؓ

کا۔ حضرت عاصمؓ کے ایک بیٹے محمد تھے جو کہ ہند بنت مالک کے بطن سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ۳ صفحہ ۳۵۲ عاصم بن ثابت، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

جنگِ احد میں جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے ان کے بارے میں ایک آیت کی تشریح میں حضرت خلیفہ رابعؓ نے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت امام رازی چودہ آدمیوں کے متعلق قطعی شہادت پیش کرتے ہیں کہ نام بنام وہ لوگ موجود تھے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ کسی حالت میں نہیں چھوڑا۔ ان کے ناموں میں جو نام درج ہیں ان میں مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ... شیعہ یہی کہتے ہیں صرف حضرت علیؓ تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ

اور حضرت زبیر بن عوامؓ تھے۔ انصار میں سے خباب بن منذرؓ، حضرت ابو دُجانہؓ، حضرت عاصم بن ثابتؓ، حضرت حارث بن صمہؓ، ہیں شاید حضرت سہل بن حنیفؓ اور اسی طرح اُسید بن حُضَیْر بھی۔ حضرت سعد بن معاذؓ وغیرہ بھی تھے۔ یہ بھی ذکر آتا ہے کہ آٹھ وہ تھے جنہوں نے موت پر قسم کھائی تھی۔ تین مہاجرین میں سے تھے اور پانچ انصار میں سے تھے اور یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت چونکہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے خدام کی ضرورت تھی اس لئے آٹھ کے آٹھ جنہوں نے موت پر قسم کھائی تھی ان میں سے ایک بھی شہید نہیں ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ان کی غیر معمولی طور پر حفاظت کا نظارہ تھا۔

(ماخوذ از درس القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ 20 فروری 1994ء زیر آیت انہا استلہم الشیطان)

پھر اگلا ذکر ہے

حضرت سہل بن حنیف انصاریؓ

کا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سو اونٹ اور اونٹنیاں اور دو گھوڑے تھے ان میں سے ایک پر حضرت مقداد بن اسودؓ سوار تھے اور دوسرے پر حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت سہل بن حنیفؓ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ راستے میں ان اونٹنیوں پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد غنویؓ جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے حلیف تھے یہ سب باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

(معجم الاوسط للطبرانی جزء ۵ صفحہ ۳۲۲ حدیث ۵۲۳۸ دار الحرمین بیروت ۱۹۹۵ء)

احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنے والوں میں

حضرت سہل بن حنیفؓ کا بھی ذکر ملتا ہے۔

یُسَیْر بن عَمْرُو سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت سہل بن حنیفؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیے جو فرقہ حَرَوْدِیَّہ یعنی خارجی کے متعلق آپؐ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تم سے صرف اتنا بیان کرتا ہوں کہ جو میں نے سنا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کروں گا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قوم کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے جو یہاں سے نکلے گی اور انہوں نے عراق کی طرف اشارہ کیا۔ وہ لوگ قرآن تو پڑھتے

ہوں گے لیکن وہ ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیرشکار سے نکل جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوئی علامت بھی ذکر فرمائی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا میں نے جو سنا تھا وہ یہی ہے۔ میں اس سے زیادہ تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ (مسند احمد جلد ۲۵ صفحہ ۳۵۱ حدیث سہل بن حنیف روایت ۱۵۹۷۷ مؤسسة الرسالة بیروت) جو بات سنی تھی وہ بتادی اب خود اندازہ لگا لو۔

عمیر بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت سہل بن حنیفؓ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس پر پانچ تکبیریں کہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیسی تکبیر ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ سہل بن حنیفؓ ہیں جو اہل بدر میں سے ہیں اور

اہل بدر کو غیر اہل بدر پر فضیلت ہے۔

میں نے چاہا کہ تمہیں ان کی فضیلت سے آگاہ کر دوں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۶۰ ومن بنی حنش بن عوف... سہل بن حنیف، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء) زائد تکبیریں پڑھ کے۔

پھر

حضرت جبّار بن صخرؓ

کا ذکر ہے۔ سر یہ حضرت علیؑ بطرف بنو طیّؓ جو ربیع الآخر نو ہجری میں ہوا تھا، اس کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو ڈیڑھ سو افراد کے ہمراہ بنو طیّؓ کے بت فلس کو گرانے کے لیے روانہ فرمایا۔ بنو طیّؓ کا علاقہ مدینہ کے شمال مشرق میں واقع تھا۔ آپ نے اس سرے کے لیے حضرت علیؑ کو ایک کالے رنگ کا بڑا جھنڈا دیا اور سفید رنگ کا چھوٹا پرچم عطا فرمایا۔ حضرت علیؑ صبح کے وقت آل حاتم پر حملہ آور ہوئے اور ان کے بت فلس کو منہدم کر دیا۔ حضرت علیؑ بنو طیّؓ سے بہت سارا مال غنیمت اور قیدی لے کر مدینہ واپس آئے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء ۲ صفحہ ۱۲۴، سہیل بن حنیف، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

(موسوعة کشف اصطلاحات الفنون والعلوم جلد ۱ صفحہ ۱۹، مکتبۃ لبنان ناشرون بیروت۔ از مکتبۃ الشاملة)

اس سرے میں لواء حضرت جبّار بن صخرؓ کے پاس تھا۔ اس سرے میں حضرت علیؑ نے اپنے ساتھیوں سے رائے مانگی تو حضرت جبّار بن صخرؓ نے کہا کہ رات ہم اپنی سوار یوں پر سفر کرتے ہوئے

گزاریں اور صبح ہوتے ہی ان پر حملہ کر دیں۔ حضرت علیؑ کو آپ کی یہ بات پسند آئی۔

(تاریخ دمشق الکبیر جلد ۳ صفحہ ۱۳۶، سفانہ بنت حاتم الطائیہ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۲۰۰۱ء)

(امتاع الاسباع جزء ۲ صفحہ ۳۵-۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۹ء)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کے اپنے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ پھر حضرت جبار بن صخر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد ۲ صفحہ ۳۰۲۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۰ء)

ایک روایت میں ہے کہ

حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ

کو عمرو بن عبد وڈ نے شہید کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۱۰-۱۱۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کو عاص بن سعید نے شہید کیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ جزء ۵ صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ دار ہجر بیروت ۱۹۹۶ء)

ہاں یہ ذکر جو ہو گیا حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کا ذکر ہے۔ صخر کا تو ختم ہو گیا تھا۔ ان کے بارے میں یہ روایت ہے جو رہ گئی تھی کہ ان کو عمرو بن عبد وڈ نے شہید کیا اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کو عاص بن سعید نے شہید کیا تھا۔

پھر

حضرت قطبہؓ

ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ صفر ۹ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیس آدمیوں کے ہمراہ قبیلہ خثعم کی ایک شاخ کی طرف بھیجا جو تباہہ کے نواح میں تھے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک دم سے ان پہ حملہ کریں۔ یہ اصحاب دس اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے جنہیں باری باری استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے ایک آدمی کو پکڑ کر اس سے پوچھ گچھ کی تو وہ ان کے سامنے گونگا بن گیا اور پھر موقع پا کر چیخ چیخ کر اپنے قبیلہ والوں کو متنبہ کرنے لگا۔ اس پر انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت قطبہؓ اور آپ کے ساتھیوں نے انتظار کیا اور جب وہ لوگ، قبیلہ والے سو گئے تو ان پر بھر پور حملہ

کیا۔ شدید لڑائی ہوئی۔ دونوں فریقوں میں سے کئی افراد زخمی ہو گئے۔ حضرت قطبہؓ نے کئی لوگوں کو قتل کیا۔ پھر ان کے چوپائے، بکریاں اور عورتیں مدینہ لے آئے۔ خمس نکالنے کے بعد ہر ایک کے حصہ میں چار چار اونٹ آئے اور تب ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر ہوتا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۲۲-۱۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت قطبہ بن عامرؓ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

(معجم الصحابہ للبغوی جلد ۵ صفحہ ۶۶، مکتبۃ دارالبیان کویت)

بہر حال صحابہ کا یہ ذکر جو میں کرنا چاہتا تھا وہ یہاں ختم ہوا۔

اس کے ساتھ ہی میں ایک تو یہ ہے کہ

پاکستان کے احمدیوں کے لیے دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ ان پہ جو سخت حالات ہیں وہاں آسانیاں پیدا کرے اور انصاف کرنے والوں، قانون نافذ کرنے والوں اور خدا اور اس کے رسولؐ کے نام پر ظلم کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ عقل دے یا ان پر پکڑ کے سامان کرے۔

دوسرے

برکینا فاسو کے لیے بھی دعا کریں وہاں بھی ابھی سختیاں ہیں اور جو دہشت گرد ہیں، شدت پسند ہیں ان کے وہی عمل ہیں کہ اللہ اور رسولؐ کے نام پر ظلم کر رہے ہیں۔

پھر

الجزائر کے لوگوں کے لیے بھی، وہاں بھی بعض حکومتی کارندے یا عدالتیں جو ہیں احمدیوں سے غلط قسم کے ظلم روار کھ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ خاص طور پر دعاؤں اور صدقات پر بہت زیادہ زور دیں۔ اللہ تعالیٰ مخالفین کے شر سے ہر ایک کو بچائے۔

میں جمعہ کی نماز کے بعد

بعض جنازے

غائب بھی پڑھاؤں گا۔ اس کے بعد ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔

پہلا ذکر ہے

مکرم محمد رشید صاحب شہید

کاجو چودھری بشارت احمد صاحب گوٹریالہ ضلع گجرات کے بیٹے تھے۔ ان کو دو معاندین احمدیت نے ان کے گھر آ کر 19 فروری کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ بوقت شہادت مرحوم کی عمر 70 سال سے زائد تھی۔

تفصیلات

کے مطابق مکرم محمد رشید صاحب اپنے گھر گوٹریالہ ضلع گجرات میں اکیلے رہائش پذیر تھے جہاں انہوں نے علاقے کے لوگوں کی سہولت کے لیے فری ہو میو پیٹھک ڈسپنسری بنا رکھی تھی جس سے گاؤں اور ارد گرد کے لوگ استفادہ کرتے تھے۔ گاؤں کے دو مقامی نوجوان دوائی لینے کے بہانے ان کے گھر میں قائم ڈسپنسری میں داخل ہوئے اور فائرنگ کر دی۔ بتایا جاتا ہے گولی چلانے والا حملہ آور حافظ قرآن بھی تھا جس کی ایک گولی شہید مرحوم کے ماتھے پر لگی جس سے مکرم محمد رشید صاحب کی موقع پر ہی وفات ہو گئی۔ وقوعہ کے بعد حملہ آور فرار ہو گئے۔ شہید مرحوم کے ایک ملازم کے چند منٹ بعد موقع پر پہنچنے پر وقوعہ کا علم ہوا۔ وقوعہ کا مقدمہ متعلقہ پولیس سٹیشن میں درج کیا گیا۔ بعد میں یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دو حملہ آوروں میں سے ایک کی نعش قریبی کھیتوں سے ملی جو حافظ قرآن تھا جس کی موت کے بارے میں پولیس الگ سے تحقیق کر رہی ہے جبکہ دوسرے حملہ آور کو پولیس نے حراست میں لے لیا ہے۔ یہاں کم از کم یہ ہوا ہے کہ پولیس نے حراست میں لیا ہے۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ حضرت منشی سلطان عالم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے سے ہوا جو گوٹریالہ ضلع گجرات کے ہی رہنے والے تھے اور مقامی سکول میں بطور مدرس تعینات تھے۔ آپ نے گوٹریالہ سے 1906ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت پائی تھی۔ شہید مرحوم میٹرک کے بعد آرمی میں

چلے گئے۔ چند سال بعد آرمی چھوڑ دی اور کچھ عرصہ بعد 84ء، 85ء میں فیملی سمیت ناروے منتقل ہو گئے۔ ناروے کی سٹیژن شپ (citizenship) کے باوجود 2008ء میں ناروے سے واپس آباؤی گاؤں میں چلے گئے اور ناروے آنا جانار ہتا تھا۔ آباؤی گاؤں میں زمیندارہ کے ساتھ علاقے کے لوگوں کی خدمت کے لیے فری ہومیو پیٹھک ڈسپنری شروع کی تھی۔ یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ شہید مرحوم اللہ کے فضل سے موسیٰ تھے۔ بوقت شہادت بحیثیت سیکرٹری اصلاح و ارشاد گوٹریالہ خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ نہایت ملنسار، محبت کرنے والے تھے۔ ہر ایک سے اپنائیت اور دوستی کا تعلق تھا۔ خدمتِ خلق کا جذبہ نمایاں تھا۔ بلا تمیز مذہب ضرورت مندوں کی مالی اور اخلاقی معاونت کرتے تھے۔ خلافت سے عشق تھا۔ مہمان نوازی نمایاں وصف تھا۔ بالخصوص مرکزی مہمانان کی خدمت میں پیش پیش رہتے۔ نمازوں کے پابند اور گاہے بگاہے علاقے میں فری میڈیکل کیمپ کا انتظام کرتے تھے۔

ان کے بھتیجے رافع احمد صاحب مربی آبیوری کوسٹ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شہید مرحوم ہر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے اور خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار ہونے کے علاوہ اچھے داعی الی اللہ اور نہایت غریب پرور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ خطباتِ جمعہ باقاعدگی سے سنتے اور سیکورٹی کے حوالے سے بڑے محتاط بھی تھے۔ کچھ عرصہ قبل شہید مرحوم کی اہلیہ پروین اختر صاحبہ نے ناروے میں ایک خواب دیکھی کہ شہید مرحوم پر حملہ ہوا ہے اور کوئی جان لینے کی کوشش کرتا ہے۔ تو انہوں نے بہر حال ان کو احتیاط کرنے کے لیے کہا تھا۔ شہید مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ پروین اختر صاحبہ حال مقیم ناروے اور دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں جن میں سے ایک بیٹی پاکستان میں ہے اور باقی مختلف ملکوں میں مقیم ہیں۔

مبلغ انچارج ناروے شاہد محمود کابلوں صاحب لکھتے ہیں کہ انتہائی شریف النفس اور سادہ انسان تھے۔ ناروے میں ہومیو پیٹھک دوائیوں کے ساتھ لوگوں کی خدمت کرتے رہے اور اب ریٹائرمنٹ کے بعد تقریباً بارہ تیرہ سال سے پاکستان میں اپنے گاؤں میں مقیم تھے۔ لوگوں کی خدمت کر رہے تھے۔ اس دوران وقتاً فوقتاً ناروے بھی آتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ مریضوں کی مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتے اور گھر جا کر بھی دوائی دے آتے تھے۔ ان کی اہلیہ آپ کے عزیزوں

میں سے تھیں۔ انہوں نے پہلے بیعت نہیں کی تھی لیکن اپنے میاں کی مخالفت بھی نہیں کی بلکہ سب بچوں کی شادیاں احمدی گھروں میں کیں۔ آخری مرتبہ جب اکتوبر 2018ء میں ناروے آئے تو اہلیہ کی بیعت بھی کروائی اور کہتے تھے کہ میں اسی غرض سے آیا ہوں تا کہ اہلیہ کی بیعت کروا سکوں۔ کہتے کہ وہاں پاکستان میں مخالفت بہت زیادہ ہے۔ دھمکیاں بھی ملتی ہیں لیکن وہاں غربت بہت ہے اور لوگ دو انیاں نہیں خرید سکتے۔ میری وجہ سے غریبوں کو فری علاج میسر ہے اور ان کی مدد ہو رہی ہے اور مجھے موت کا ڈر نہیں وہ تو ایک دن آئی ہے۔ احمدی تو پھر بھی خدمت کر رہے ہیں (اور چاہتے ہیں) کہ انسانیت کی خدمت کرتے رہیں اور بے دھڑک ہو کے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مکرم محمد رشید صاحب شہید سے مغفرت کا اور رحمت کا سلوک فرمائے اور شہید مرحوم کے پسماندگان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

دوسرا جو ذکر ہے بلکہ دو لوگ ہیں اس میں

مکرمہ امانی بسام مجلاوی صاحبہ اور عزیزم صلاح عبدالبعین قطنیش

اسکندرون ترکی سے ہیں۔

مر بی سلسلہ و صدر جماعت صادق صاحب لکھتے ہیں کہ 6 فروری 2023ء کو ترکی میں جو دو بڑے زلزلے آئے تھے ان میں دو احمدیوں کی بھی وفات ہوئی ہے جو کہ ماں بیٹا تھے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ۔ اس کے علاوہ زلزلے سے عمومی طور پر سب احمدی اللہ کے فضل سے محفوظ رہے ہیں تاہم بعضوں کو چھوٹی موٹی چوٹیں لگی ہیں۔

وفات پانے والوں میں سے ایک تینس سالہ Syrian احمدی خاتون مکرمہ امانی بسام مجلاوی صاحبہ کا تعلق جماعت اسکندرون سے تھا۔ یہ عبدالبعین قطنیش صاحب کی اہلیہ اور اسکندرون جماعت کے صدر جماعت مکرم صلاح قطنیش ابو خالد صاحب کی بہوتھیں۔ امانی صاحبہ نے عرصہ تقریباً دو ماہ قبل اپنے خاوند کے ساتھ بیعت کی تھی۔ ان کے سسر مکرم صلاح قطنیش صاحب نے بتایا کہ زلزلے سے ایک دن پہلے ہی انہوں نے امانی سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے گھر والوں کو بتا دیا ہے کہ تم نے بیعت کر لی ہے؟ تو امانی صاحبہ نے کہا کہ جی ہاں! اب میں نے اپنی امی ابا کو اپنے احمدی ہونے کی اطلاع دے دی ہے۔ صلاح صاحب کا کہنا ہے کہ امانی صاحبہ اس بات پر بہت خوش تھیں کہ ان کے

والدین نے ان کے احمدیت قبول کرنے پر کوئی شدید رد عمل نہیں دکھایا اور مخالفت نہیں کی۔ ان کے ساتھ تین سالہ بیٹا عزیزم صلاح بھی وفات پا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ یہ دونوں بلے کے نیچے دب گئے تھے اور انہیں دو دن بعد نکالا جاسکا۔ تب تک ان کی وفات ہو چکی تھی۔ امانی صاحبہ نے اپنے پیچھے خاوند مکرم عبدالمعین قُطَيْش صاحب کے علاوہ چھ سالہ بیٹی عبیرہ بھی یادگار چھوڑے ہیں۔

شمس الدین مالاباری صاحب مربی سلسلہ کبابیر ہیں، کہتے ہیں کہ امانی صاحبہ اور ان کے میاں عبد المعین قُطَيْش صاحب کی فیملی سیریا سے ہجرت کر کے ترکی آئی تھی۔ امانی صاحبہ نہایت مخلص خدمت گزار اور قناعت پسند خاتون تھیں۔ بیعت کی اہمیت پر آگاہی حاصل کرنے کے بعد بیعت کرنے میں تاخیر نہیں کی بلکہ اپنے خاوند اور بھائیوں کو بھی حوصلہ دیتی رہیں۔ کہتے ہیں کہ میری اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے یہ خاص طور پر نوٹ کیا کہ مرحومہ اپنے سسرال کے تمام افراد کو ساتھ لے کر چلتی تھیں اور سب کے ساتھ ان کا نہایت پیار اور محبت کا سلوک تھا۔ بیعت والے دن بہت خوش تھیں اور ہمیں انہوں نے بہت اخلاص کے ساتھ الوداع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

تیسرا جو ذکر ہے جن کا جنازہ پڑھوں گا وہ ہیں

مقصود احمد نبیب صاحب مربی سلسلہ

جو 15 فروری کو ہارٹ اٹیک سے 53 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے والد مکرم چودھری جان محمد صاحب نے 1974ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ 1991ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے مبشر کی ڈگری لے کر فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد نظارت اصلاح و ارشاد مرکزیہ کے تحت پاکستان کے مختلف شہروں میں یہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1998ء سے 2006ء تک مشرقی افریقہ کینیا میں خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد پھر پاکستان میں ہی آگئے اور آجکل مربی ضلع کوئٹہ کے طور پر خدمت بجالا رہے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ناظر اصلاح و ارشاد صاحب نے بھی لکھا ہے کہ بڑے مخلص اور وفا سے کام کرنے والے بڑی محنت سے کام کرنے والے مربی تھے۔

مربی سلسلہ کوئٹہ عبد الوکیل صاحب لکھتے ہیں کہ واقفین کا بہت احترام کرنے والے تھے۔ مرحوم

کو جس بات کا علم نہیں ہوتا تھا بلا ہچکچاہٹ میرے سے پوچھ لیتے تھے جبکہ خاکسار ان سے عمر میں کافی چھوٹا تھا۔ مرحوم نے ایک عرصہ کینیا میں گزارا اور ہمیشہ ان کی باتوں میں کینیا کا ذکر ضرور ہوتا اور کینیا اور کینیا کے لوگ گویا کہ ان کے دل میں گھر کر گئے تھے۔ مرحوم اکثر کہا کرتے تھے کہ کینیا کے لوگ اخلاص میں بہت آگے ہیں اور بہت محبت کرنے والے ہیں۔

فرید مبارک صاحب قائد مجلس ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ انتہائی نفیس، پاکباز، دین کے فدائی، جماعت کی خاطر اپنے آپ کو قربان کرنے والے، خلافت سے بے انتہا محبت کرنے والے انسان تھے۔ کہتے ہیں جب مجھے معلوم ہوا کہ بہت سینئر مربی کا یہاں کوئے میں تبادلہ ہو گیا ہے تو میں بڑا خوش ہوا کہ کوئے کی جماعت کو اس کی ضرورت تھی۔ کہتے ہیں پہلی ملاقات میں ہی انہوں نے خاکسار کا دل موہ لیا۔ جس دن انہوں نے ضلع کوئے کی مسجد میں پہلا خطبہ دیا تو ہر سننے والے نے ان کی تعریف کی۔ بہت مہمان نواز تھے۔ ہر ایک کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیتے۔ بھرپور خدمت کرتے۔ ان کے دل میں جماعت کے لیے جو درد تھا وہ ان کی آنکھوں سے عیاں تھا۔ جب تقریر کرتے تو ایسا جوش، ولولہ ان کے انداز میں ہوتا تھا کہ سننے والے کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ اجلاس اور دورہ جات میں شامل ہوتے اور ہر ملنے والے کے دل میں جماعت کے لیے فکر پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے۔ ان کے پاس جماعتی علم کا بھی بے پناہ خزانہ تھا۔ عاجزی اس قدر تھی کہ ایسا عاجز انسان کہتے ہیں میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ پھر کہتے ہیں کہ گذشتہ جمعہ جس سے اگلے دن ان کی وفات ہوئی ہے ان کے چہرے پر ایک الگ طرح کا نور تھا۔ جب میری ان پر نظر پڑی تو میں نے ناظم عمومی صاحب کے سامنے مربی صاحب سے اظہار کیا کہ آج تو وہ بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ ان کا آخری جمعہ ہے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان سب کے جنازے ان شاء اللہ ابھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 17 مارچ 2023ء صفحہ 5 تا 11)